ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم

خودی اور سوشلزم (۲)

خودی اور جسم کی ضرورتیں

گویا نبوّت کو ٹٹّو کی فکر نہیں بلکہ سوار کی فکر ہے، اور یہ خیال سراسر لغو ہے کہ سوار کی اپنی الگ کوئی ضرورت نہیں اور اگر ٹٹو کی ضرورت پوری کر دی جائے تو سوار کی ضرورت بھی اسی میں آجاتی ہے الانکہ سوار کی اپنی ضرورت ہی سرِّ کائنات ہے، مقصد اور مدّعائے تخلیق ہے، گزشتہ اور آئندہ کے ارتقاء کا مدار و محور ہے، اور اس بات کے لیے فیصلہ کن ہے کہ آیا اصل انسان بعداز مرگ پوری طرح سے زندہ اور توانا ہوگا یا موت و زلیست کی کش مکش میں مبتلا رہے گا، خوشحال ہوگا یا بدحال، مسرور ہوگا یا مغموم، ہمیشہ کے لیے جنّت میں جائے گا یا ہمیشہ کے لیے دوزخ میں۔ اور سوار کی ضرورت کیا ہے؟ حُسن کی غذا سے نشو ونما پانا، یعنی مظاہرِ قدرت میں خدا کی صفات کی جلوہ افروزی کے مشاہدہ سے، خدا کی مخلصانہ عبادت سے اور فعلِ جمیل سے یعنی اپنے عمل میں خدا کی صفات کے حسن کو آشکار کرکے اور خدا کے اخلاق کے ساتھ متخلّق ہوکر اپنی اشتہائے حُسن کی تشفی کرنا اور اس کے نتیجہ کے طور پر خود اپنے حسن کو ترقی دے کر درجۂ کمال پر پہنچانا اور اس طریق سے اپنے آپ کو پوری طرح مسرور اور مطمئن بنانا اور تادمِ مرگ اس حال پر قائم رکھنا۔ افسوس ہے کہ جسم کی ضرورت کو خودی کی ضرورت سمجھنے والے اس حقیقت سے ناآشنا ہیں کہ جس طرح سے جسم کی ایک زندگی ہے اُسی طرح سے خودی کی بھی ایک زندگی ہے، جس طرح سے جسم مرسکتا ہے خودی بھی مرسکتی ہے۔ جسم اُس وقت مرتا ہے جب قوّتِ حیات اُس سے رخصت ہوجاتی ہے اور وہ مُضر اور مفید میں فرق نہیں کرسکتا۔ خودی اُس وقت مرتی ہے جب خدا کی محبّت اس سے رخصت ہوجاتی ہے اور وہ نیک و بد میں فرق نہیں کرسکتی۔ جس طرح جسم کو غذا کی بھوک ہوتی ہے جس سے وہ نشو و نما پاتا ہے اُسی طرح سے خودی کو بھی غذا کی اشتہا ہوتی ہے جس سے وہ نشو و نما پاتی ہے۔ اگر جسم کی غذا مادّہ اور مادی

© rasailojaraid.com

طیبات رزق ہیں تو خودی کی غذا حُسن اور صفاتِ حُسن ہیں۔ جسم جب نشوونما پاتا ہے تو حیاتیاتی طور پر طاقتور ہوجاتا ہے۔ خودی جب نشوونما پاتی ہے تو نفسیاتی طور پر طاقتور ہوجاتی ہے یعنی نیکی اور صداقت کے لیے اس کی قوتِ ارادی مضبوط ہوجاتی ہے۔ جس طرح سے جسم کی غذا بعض وقت ناکارہ ہوتی ہے اور جسم کی پرورش نہیں کرسکتی اس طرح سے خودی کی غذا بھی بعض وقت ناکارہ ہوتی ہے اور خودی کی پرورش نہیں کرسکتی۔ جس طرح سے ناقص غذا سے جو جسم کی ضروریات کے مطابق نہ ہو جسم کمزور اور بیمار ہوتا ہے اسی طرح سے ایک ایسے ناقص نصب العین کی محبت سے جو اپنے اوصاف میں خودی کی ضروریات کے مطابق نہ ہو خودی اخلاقی اور روحانی طور پر کمزور اور بیمار ہوتی ہے۔ خودی کی غذا وہ نہیں جو جسم کی غذا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک فرد جسم کو خوب کھلائے اور موٹا کرے اور خودی کو بھوکا اور کمزور رکھے اور بہت سے افراد ایسا ہی کرتے ہیں۔ جسم کی غذا جب عمدہ اور مکمل ہو تو اس میں پروٹین، حیاتین، فلزات اور نشاستہ وغیرہ عناصر پوری مقدار میں موجود ہوتے ہیں۔ خودی کی غذا جب عمدہ اور مکمل ہوتی ہے تو اس میں حُسن کی تمام صفات بدرجۂ کمال موجود ہوتی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اس کا نصب العین خدا ہوتا ہے۔ جسم غذا کو چبا کر اور اعضائے انہضام کی مدد سے ہضم کر کے جذب کرتا اور اپنا جزو بناتا ہے۔ خودی خدا کی صفات کے حُسن کو اپنے فکر و عمل یعنی عبادت اور نیک عملی کے ذریعہ سے جذب کر کے اپنا جزو بناتی ہے۔ جسم جب تندرست اور توانا ہو تو وہ بیماریوں کی سرایت کو قبول نہیں کرتا اور بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے یا بیمار ہونے کی حالت میں مرض کا کامیاب مقابلہ کرتا ہے۔ اسی طرح سے خودی جب توانا ہو تو اس کا یقین محکم ہوتا ہے وہ مسرور اور مطمئن ہوتی ہے، اُس کی قوتِ ارادی مضبوط ہوتی ہے، وہ غلط تصوّرات سے متاثر نہیں ہوتی، اپنی سفلی خواہشات اور ہوا و ہوس سے محفوظ رہتی ہے اور اُن کے ہجوم کے وقت اُن کا کامیاب مقابلہ کرتی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ خودی کی ضروریات جسم کی ضروریات سے یکسر مختلف ہیں۔ لہٰذا جسم کی ضروریات کا اہتمام جو سوشلزم کرتا ہے وہ خودی کی ضروریات کا اہتمام ہرگز نہیں۔ اقبال کے الفاظ میں یہ سوشلزم کی غلطی ہے کہ وہ "شکم" کی سیری کو ہی "جانِ پاک" کی تشفی سمجھتا ہے۔

جسم خودی کا ایک آلہ ہے

اگر ہم اس حقیقت کو مدّنظر رکھیں کہ انسانی خودی وہی خدا کا قول کُن یا امر اللہ ہے جو روزِ ازل آفرینش

© rasailojaraid.com

کائنات کا سبب ہوا تھا اور بعد کے سارے ارتقاء کا باعث ہے تو یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ انسانی جسم یا قالب انسانی خودی کا ایک آلہ ہے جو اُس نے خود وضع کیا ہے' تاکہ اس مادّی دنیا میں اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے کام کر سکے۔ اس خیال کی وضاحت کے لیے اقبال نے رومی کا ایک شعر نقل کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جسم ہم سے پیدا ہوا ہے ہم جسم سے پیدا نہیں ہوئے' پیالہ شراب سے مست ہوا ہے شراب پیالے سے مست نہیں ہوتی' اصل چیز شراب ہے جس کے لیے پیالہ بنایا گیا ہے' پیالے کے لیے شراب نہیں بنائی گئی۔

قالب از ماہست شد' نے ما ازو
ساغر از مے مست شد' نے مے ازو

اقبال خود اپنے اشعار میں اس خیال کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جسم خودی کی قبا ہے جو خودی نے اپنے آپ کو ڈھانپنے کے لیے بنائی ہے' جس طرح ایک دہکتا ہوا انگارہ اپنے خاکستر سے اپنے آپ کو ڈھانپ لیتا ہے۔

عقل مدّت سے ہے اس پیچاک میں اُلجھی ہوئی
روح کس جوہر سے' خاکِ تیرہ کس جوہر سے ہے
میری مشکل مستی و سوز و سرور و درد و داغ!
تیری مشکل مے سے ہے ساغر کہ مے ساغر سے ہے
ارتباطِ حرف و معنیٰ' اختلاطِ جان و تن
جس طرح اخگر قبا پوش اپنی خاکستر سے ہے

جسمانی لذّات کا مدعا

اس کا مطلب یہ ہے کہ جسم خودی کا اپنا ہی مقرر کیا ہوا ایک خادم ہے' خودی کا حاکم نہیں چونکہ اس دنیا میں خودی کی اپنی ضرورت یعنی خدا کی محبت کی تشفی کا دارومدار اس بات پر ہے کہ جسم جو خودی کی سواری ہے' زندہ اور سلامت رہے اور جسم کی زندگی اور سلامتی کا دارومدار اس بات پر ہے کہ اس کی ضرورتیں بقائے حیات اور قیام نسل کی حد تک پوری ہوتی رہیں' اور چونکہ خودی کے جذبہ محبت کی قوت

© rasailojaraid.com

کی وجہ سے اس بات کا امکان تھا کہ خودی اس کی تشفی کے کام میں اس قدر منہمک ہو جائے کہ اپنی سواری کی ضرورتوں کو نظر انداز کر دے جس سے بالآخر اس کی اپنی ضرورت بھی خطرہ میں پڑ جاتی لہٰذا خدا نے اپنی حکمتِ بالغہ سے جسم کی ضرورتوں کے اندر جن کو حیوانی خواہشیں یا ماہرینِ نفسیات کی اصطلاح میں جبلتیں کہا جاتا ہے دو خصوصیتیں پیدا کر دی ہیں جو خودی کو ان کی تشفی کی طرف بزور متوجہ کرتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ان کے اندر ایک حیاتیاتی قسم کا دباؤ یا زور پیدا کر دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر خودی ان کی تشفی نہ کرے یا نہ کر سکے تو اس کو ایک عارضی قسم کی بے قراری یا پریشانی لاحق ہوتی ہے اور دوسری یہ کہ اگر خودی ان کی تشفی کرے تو اس کی بے قراری یا پریشانی ہی دور نہیں ہوتی بلکہ اسے ایک عارضی قسم کی لذت بھی نصیب ہوتی ہے۔

جسم اور خودی کی ضرورتوں کا باہمی تضاد

© rasailojaraid.com

خدا کا یہ انتظام خودی کے جذبۂ محبت کی تشفی کا مؤید اور معاون ہے لیکن اس سے خودی اور جسم کی ضرورتوں کے درمیان ایک تضاد پیدا ہو جاتا ہے۔ چونکہ جسم کو صرف اپنی ہی ضرورت کی فکر ہوتی ہے اور وہ خودی کی ضرورت سے بے خبر اور بے پرواہ ہوتا ہے وہ اس عارضی قسم کی بے قراری یا پریشانی کا خوف پیدا کر کے اور اس عارضی قسم کی لذت کا لالچ دلا کر یہ کوشش کرتا رہتا ہے کہ خودی اپنی ضرورت کی طرف سے توجہ ہٹا کر ہمیشہ جسم کی ضرورت کی طرف متوجہ رہے کیونکہ نہ افلاس کے خوف کا کوئی کنارہ ہے جہاں پہنچ کر انسان یہ یقین کرے کہ اب میں اور میری اولاد افلاس سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گئے ہیں اور نہ جسمانی خواہشات کی لذت کی کوئی حد ہے جہاں پہنچ کر انسان یہ سمجھے کہ اب اسے اس لذت کی مزید ضرورت نہیں۔ لیکن چونکہ وقت جو انسان کو اس زندگی میں میسر ہے محدود ہے اور تھوڑا ہے اور غیر یقینی ہے کہ معلوم نہیں کہ کس لحہ فی الفور ختم ہو جائے' اور پھر یہ وقت ایک ہی ہے اور ایک موقع پر صرف ایک ہی کام کے لیے صرف ہو سکتا ہے خواہ وہ کام جسم کا ہو یا خودی کا ہو' خواہ وہ خواہشاتِ جسمانی کی پیروی ہو یا ضروریاتِ خودی کی تشفی' لہٰذا اگر انسان جسم کے ان حد سے متجاوز مطالبات کو اہمیت دے گا تو ضروری بات ہے کہ وہ خودی کی ضروریات کو جسم کی خاطر نظر انداز کر دے گا۔ ایسی حالت میں بجائے اس کے کہ سوار ٹٹو کو اپنی منزل پر پہنچنے کے لیے کام میں لائے ٹٹو سوار پر سوار ہو جائے گا اور جدھر چاہے گا اسے کو ہانک کر لے جائے گا۔ لیکن ایسا کرنا قرآن حکیم کے نزدیک برائی کا ارتکاب کرنا ہے۔

© rasailojaraid.com

نفس کی اصطلاح کا مفہوم

جسم کے حد سے زیادہ متجاوز مطالبات کو قرآن حکیم نے انسان کی حیوانی فطرت کی طرف منسوب کیا ہے اور اس کے لیے نفس کی اصطلاح برتی ہے اور بتایا ہے کہ نفس انسان کو برائی کا حکم دیتا ہے۔

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ (یوسف: ۵۳)

اقبال نے بھی قرآن حکیم کی اتباع میں اس کے لیے نفس کی اصطلاح استعمال کی ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ نفس کو ضبط میں رکھنا خودی کی تربیت اور قوت کے لیے ضروری ہے۔ انسان کو چاہیے کہ ہمت سے اس شتر بے مہار کی زمام کو اپنے ہاتھ میں رکھے پھر وہ خزف ہے تو گوہر بن جائے گا۔

نفسِ تو مثلِ شتر خود پرور است
خود پرست و خود سوار و خود سر است

مرد شو آور زمامِ او بکف
تا شوی گوہر اگر باشی خزف

ہر کہ برخود نیست فرمانش رواں
می شود فرماں پذیر از دیگراں

خودی کو نفس کے حملوں سے بچانے کے لیے مومن نفس پر اس طرح سے ٹوٹ پڑتا ہے جس طرح سے چیتا ہرن پر ٹوٹ پڑتا ہے۔

مردِ مومن زندہ و باخود بجنگ
برخود افتد ہمچو برآہو پلنگ

اقبال جسم یا نفس کے لیے "خاک تیرہ"، "گل"، "آب و گل"، "ماء و طین"، "بدن" اور "اشتر خاکی" ایسے الفاظ بھی استعمال کرتا ہے۔

امتزاجِ ماء و طیں تن پرور است
کشتۂ فحشا، ہلاکِ منکر است

اہلِ قوت شو ز وردِ یا قوی
تا سوارِ اشترِ خاکی شوی

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

آب و گل کا طواف

دانائی اور دُور اندیشی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ انسان اس ناپائدار جسم کی حد سے متجاوز خواہشات کو نظر انداز کر کے پائدار خودی کی ضروریات کو بتمام و کمال پورا کرے اور اپنی مستقبل کی زندگی کی بہتری ایک عارضی اور موہوم فائدے کے لیے خطرہ میں نہ ڈالے لیکن اگر انسان یہ فیصلہ کرے کہ وہ فقط جسم کی ضروریات کو ہی اہمیت دے گا تو پھر اسے ایسا دین ترک کرنا پڑے گا جس کا مقصد خودی کی تربیت اور تقویت ہو اور ایک نیا دین بنانا پڑے گا جس میں روح اور خودی اور اللہ کا کوئی مقام نہ ہو۔ اور اُس کی تائید کے لیے علم بھی نیا ایجاد کرنا پڑے گا جو بے خدا ہو اور فلسفہ اخلاق اور فلسفہ سیاست کو بھی اس طرح سے ڈھالنا پڑے گا کہ ان میں خدا کا عقیدہ کہیں نہ آئے۔ اور پھر عقل کے استدلال اور دل کے جذبات کو بھی جسم ہی کی خدمت کے لیے وقف کرنا پڑے گا۔ اِس وقت دنیا میں دو بڑے نظام ہائے زندگی رائج ہیں، ایک سوشلزم اور دوسرے سرمایہ داری۔ دونوں اس فیصلہ پر متفق ہیں کہ جسم ہی سب کچھ ہے اور خودی کچھ بھی نہیں لہٰذا دونوں میں دین و سیاست، علم و فن اور عقل و دل جسم کا طواف کر رہے ہیں۔ دونوں میں فرق صرف یہ ہے کہ سوشلزم نظری اور عملی دونوں طور پر خدا کا منکر ہے اور سرمایہ داری عملی طور پر خدا کا انکار کرتی ہے کیونکہ خدا کو اپنی عملی زندگی کے کسی شعبہ میں دخل دینے نہیں دیتی، اور نظری طور پر اگر اُس کا انکار نہیں کرتی تو اقرار بھی نہیں کرتی۔ اقبال اسی صورتِ حال کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

علم و فن، دین و سیاست، عقل و دل
زوج زوج اندر طوافِ آب و گل

خدا سے شرک

خودی کا تقاضا کبھی یہ ہوتا ہے کہ وہ جسم کی حفاظت کی طرف سے بے پرواہ ہو جائے اور اُسے قربان کر کے اپنے مفاد کی حفاظت کرے، مثلاً جہاد کے موقع پر۔ لیکن کبھی خودی کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ وہ جسم کی حفاظت کرے اور اُسے خطرات سے بچائے تاکہ جسم زندہ رہے اور وہ اس کی مدد سے اس دنیا میں خدا کی عبادت یعنی تخلّق باخلاق اللہ کی مشق کر کے آئندہ زندگی کی تیاری کے طور پر اپنے آپ کو مضبوط

© rasailojaraid.com

اور مستحکم کرتی رہے۔ ایسی حالت میں زندگی کے قیام اور بقا کی حد تک جسم کے مطالبات خودی کے اپنے مطالبات بھی ہوتے ہیں، فقط جسم کے مطالبات نہیں ہوتے۔ جب یہ مطالبات اس حد سے تجاوز کر جائیں تو پھر اُن کو خاص جسم کے مطالبات قرار دیا جاتا ہے۔ ان ہی مطالبات کو نفس کے مطالبات بھی کہا جاتا ہے۔ اگر ایک انسان اپنے جسم یا نفس کا حکم مانے تو اُس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اُس نے خودی کا حکم، جو خدا کا حکم بھی ہے، نہیں مانا اور سچّے خدا کی بجائے اپنے جسم یا نفس کی خواہشات کو، جس کو قرآن حکیم نے 'ہوا' کا نام دیا ہے، اپنا خدا بنا لیا ہے۔ ایسے شخص کی بدبختی کی طرف توجّہ دلاتے ہوتے قرآن حکیم نے ارشاد فرمایا ہے:

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ (الفرقان: ۴۳)

"اے رسولؐ! کیا تو نے اُس شخص پر غور کیا ہے جس نے اپنی خواہشات کو خدا بنا لیا ہے۔"

اس سے زیادہ واضح صورت شرک کی اور کیا ہو گی جس کو خدا خود شرک قرار دیتا ہے۔ اور شرک وہ گناہ ہے جسے خدا معاف نہیں کرے گا، حالانکہ اور سب گناہ خدا جس کے لیے چاہے گا معاف کرے گا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَاءُ (النساء: ۴۸)

اسی لیے قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ شرک ظلمِ عظیم ہے اور شرک کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص آسمان سے گر جائے کہ اُس کے ٹکڑے اُڑ جاتے ہیں۔ خدا کی ناراضگی اور دُوری سے ڈر کر ہوا کے تقاضوں کو روکنا اور خودی کے تقاضوں کو پُورا ہونے کا موقع دینا مومن کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہوتا ہے جس کا انعام اُسے جنت کی صورت میں دیا جاتا ہے:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى ۝ (النّازعات: ۴۰، ۴۱)

یہی تقوٰی ہے جو مومن کو خدا کے نزدیک معزّز اور مکرّم بناتا ہے اور خدا کے نزدیک عزّت اور مکرمت کا معیار سوائے تقوٰی کے اور کوئی نہیں۔ زندگی محدود ہے، اس زندگی کو انسان یا تو خودی کی تشفی کے لیے صرف کر سکتا ہے یا شہواتِ نفسانی کی پیروی کے لیے، دونوں کام بیک وقت ممکن نہیں۔

© rasailojaraid.com

ہم خدا خواہی و ہم دُنیائے دُوں

ایں خیال است و محال است و جنوں

لیکن یاد رہے کہ جو لوگ اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑ کر خدا کی عبادت یا خودی کے تقاضوں سے غفلت کریں گے وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھَوٰتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا (مریم: ۵۹)

گِل جوئی اور گِل خوری

جسم مٹّی کی بنی ہوئی چیز ہے۔ جو شخص جسم کی خواہشات کے پیچھے پڑ کر خودی کے تقاضوں کو نظر انداز کرتا ہے اس کی خودی کا وجود چھپ جاتا ہے اور اس کی خودی موت کے قریب پہنچ جاتی ہے۔ اُس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص مٹی کی تلاش کرے، مٹی خریدے اور مٹی کھائے، اس کی صحت خراب ہو جائے گی اور اس کا چہرہ زرد ہو جائے گا۔ اقبال نے رومی کی زبان سے اس حقیقت کو بیان کیا ہے۔

گِل مخر، گِل رامخور، گِل را مجو

زانکہ گِل خوار است دائم زرد رُو

دولت مندی ایک آزمائش ہے

چونکہ جسم کے حد سے متجاوز زوردار مطالبات کی تشفّی کا دارومدار اس بات پر ہے کہ انسان کے پاس مالی ذرائع بھی موجود ہوں، لہٰذا دولت مندی کی حالت میں ان مطالبات کو روکنا آسان کام نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ نبوّت نے دولت کو خدا کی ایک آزمائش قرار دیا ہے اور تنبیہہ کی ہے کہ ایسا نہ ہو کہ دولت تمہیں جسمانی خواہشات اور لذّات میں منہمک کر دے اور تم خدا سے غافل ہو جاؤ، یہاں تک کہ زندگی بیت جائے اور تم اپنے آپ کو دوزخ میں پاؤ۔

اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ ○ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ○ (التکاثر: ۱-۲)

دولت مند سے کڑی بازپُرس کی جائے گی کہ اُس نے دولت کو ناجائز طور پر تو خرچ نہیں کیا۔

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ○ (التکاثر: ۸)

© rasailojaraid.com

دولت مندی کے ایسے ہی خطرناک نتائج کی وجہ سے اقبال لکھتا ہے:

اے بسا مردِ حق اندیش و بصیر
می شود از کثرتِ نعمت ضریر!
کثرتِ نعمت گداز از دل برد
ناز می آرد نیاز از دل برد!
سالہا اندر جہاں گردیدہ ام
نم بچشم منعماں کم دیدہ ام!

شیطان کی شرکت

© rasailojaraid.com

شیطان جو انسان کا دشمن ہے جب دیکھتا ہے کہ انسان کی خودی کو اپنی راہ سے ہٹانے کے لیے اس کے جسم کی صورت میں ایک قوت کام کر رہی ہے تو وہ بھی اُس کے ساتھ مل جاتا ہے اور جس خوفِ ناداری اور حرصِ لذت کو جسم نے پیش کیا تھا اُسی کو وہ بھی اپنے وسوسوں سے بڑھا چڑھا کر پیش کرنے لگتا ہے کہ دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم نادار ہو جاؤ، جسم کی ضرورتوں کا پُورا خیال رکھو اور یہ نہ بھولو کہ جسم کی خواہشات کی تسکین میں بڑی لذت ہے۔ اس لذت کے موقعوں کو ہاتھ سے نہ جانے دو، وغیرہ۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے کہ شیطان تمہیں افلاس کا خوف دلاتا ہے اور تمہیں بے حیائی کی لذت کی طرف بلاتا ہے، لیکن اگر تم خدا کے کہنے سے اور شیطان کی مخالفت کرتے ہوئے جسم کے حد سے متجاوز مطالبات کو پورا کرنے کی بجائے خودی کی ضرورتوں کو پورا کرو گے تو تم نہ صرف اپنی سابقہ فروگذاشتوں کے نقصان کی تلافی کر لو گے (مَغْفِرَةً مِّنْهُ) بلکہ اور بھی گراں قدر انعامات (فَضْلًا) حاصل کرو گے۔

اَلشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ (البقرۃ: ۲۶۸)

اس لیے مومن کو سکھایا گیا ہے کہ وہ دعا کرے کہ اُس کو اُس کے نفس سے، شیطان سے اور نفس کے ساتھ شیطان کی شرکت سے پناہ دی جائے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهٖ

© rasailojaraid.com

جسم سے خودی کی حفاظت کا اہتمام

ظاہر ہے کہ اگر خودی کو جسم کی اس ترہیب اور ترغیب اور شیطان کی تائید اور توثیق کے خطرناک نتائج اور عواقب کے بارے میں پہلے سے خبردار نہ کر دیا گیا ہو تو خودی اپنی سواری یعنی جسم کی ضرورتوں کی طرف بقدرِ ضرورت اور کفایت نہیں بلکہ حد سے زیادہ متوجہ ہوتی رہے گی۔ یہ صورتِ حال خودی کی زندگی اور تربیت اور ترقی کے لیے ایک بہت بڑے خطرہ کو اپنے دامن میں لیے ہوتے ہے۔ لہٰذا خدا کی رحمت مظہرِ نبوت کے ذریعہ سے اس کا مداوا کرتی ہے۔ نبوت نہ صرف اس بات کا اہتمام کرتی ہے کہ انسان کو بتائے اور خوب سمجھائے کہ اُس کا صحیح نصب العین حیات خدا ہے تاکہ وہ دربدر اور کوبکو بھٹکتا نہ پھرے بلکہ اس بات کی بھی کوشش کرتی ہے کہ اُس کو جسم کے غیر ضروری مطالبات کی طرف سے جو خطرہ پیش آنے والا ہے اُس سے بھی پوری طرح خبردار کر دے تاکہ اپنے اصلی اور حقیقی محبوب کو جان لینے کے بعد بھی وہ عمرِ عزیز کو جسم کی خاطر مدارات میں صرف کر کے اپنی خودی کے تقاضوں کو پورا کرنے سے محروم نہ رہ جائے اور اُس کا حال پھر اُس شخص کی طرح نہ ہو جائے جو جانتا ہی نہیں کہ اس کا اصلی محبوب کون ہے۔ لہٰذا نبوت جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے، سب سے پہلے تو انسان کو یہ بتاتی ہے کہ جسم یا نفس کے ناجائز مطالبات کو پورا کرنا اپنی جان کے ساتھ ظلم کرنا اور ایک گناہ یا برائی کا ارتکاب کرنا ہے جس کی سزا اُس کے اندر موجود ہے اور جس کا ریکارڈ ضائع نہیں ہوگا بلکہ خودی کے اندر موجود رہے گا اور خودی اس کو ساتھ لے کر اگلی دنیا میں جائے گی۔ جو شخص خودی کو اس گناہ یا ظلمِ عظیم سے پاک اور محفوظ رکھے گا وہ کامیاب ہوگا اور جو اس کو جسمِ خاکی پر قربان کر کے خاک میں ملا دے گا وہ ناکام اور نامراد رہے گا:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝ (الشمس: ۹، ۱۰)

(جاری ہے)

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے اشاعت کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

© rasailojaraid.com